# Studybeesofficial

*Where Minds Pollinate*

# Urdu Class#11 FBISE

# نظم # 6

National Book Foundation

**Follow Our Socials**
studybeesofficial
studybeesofficialpak
studybeesofficialpak

CamScanner

؎ اے ذوقؔ تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام میں ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے۔

## نظم: آزادی

## شاعر: احسان دانش

**شعر نمبر ۱:۔ عبادت ہے سراپا جذبہ تعمیر آزادی**

**شہادت مستقل اک سرخی تحریر آزادی**

**تشریح:۔احسان دانش** ایک معروف شاعر، نثر نگار اور ادبی شخصیت تھے ان کی شاعری میں حقیقت اور جذباتیت دونوں کا امتزاج ہے۔ احسان دانش نے اپنی نظم آزادی میں جذبہ آزادی کو خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ شاعر سمجھتا ہے کہ آزادی کے حصول کے لیے کی جانے والی جدوجہد عبادت کے مترادف ہے۔ جیسے عبادت ایک مقدس اور روحانی عمل ہے ویسے ہی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا ایک مقدس فریضہ ہے۔ اللہ تعالی نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے، چنانچہ اسے آزادانہ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ اب اگر کوئی قوت اور طاقت کے بل بوتے پر کسی شخص کو کسی علاقے کو یا کسی قوم کو غلام بناتا ہے، وہ اللہ کے منشور کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ غلامی کی زندگی کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا اور جدوجہد کرنا انسانی حقوق میں شامل ہے لیکن یہ راستہ سہل نہیں، بلکہ اس میں انسانی جانوں کی قربانیاں دینا پڑتی ہے۔ احسان کہتے ہیں کہ حصول آزادی کی تحریکوں کو اگر کسی مستقل عنوان سے یاد کیا جا سکتا ہے، تو وہ شہادت ہے، کیونکہ شہادتوں کے بغیر کوئی قوم آزادی جیسی نعمت حاصل نہیں کر سکی۔ شاعر کے خیال میں، اگر تحریک آزادی ایک تحریر ہے تو شہادت کو اس کا سرعنوان قرار دیا جا سکتا ہے۔ شاعر نے شہداء کی قربانیوں کو ابدی اور لازوال قرار دیا ہے جو آزادی کی تحریر کی سرخی بنتی ہے۔

**شعر نمبر ۲:۔ جہاں آزادے کر سکتے ہیں نہ ہو تقریر آزادی**

**وہ ازادی میری نظروں میں ہے تحقیر آزادی**

**تشریح:۔** شاعر آزادی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آزادی کی بنیادی شرط اظہار رائے کی آزادی ہے۔ اگر کسی معاشرے یا ملک میں لوگوں کو اپنی رائے پیش کرنے کا حق نہیں ملتا، تو وہ معاشرہ آزاد نہیں کہلا سکتا۔ گویا آزادی صرف جسمانی آزادی نہیں ہوتی بلکہ اس میں انسان کو قانون اور شرع کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی زندگی گزارنے کی آزادی اور اپنی بات کہنے کی آزادی بھی ہوتی ہے۔ شاعر نے آزادی کو محض لفظ آزادی تک محدود نہیں رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ ایسی آزادی، جس میں اعلانِ آزادی تو ہو، لیکن عوام کو اپنے جذبات و خیالات کے اظہار کی آزادی نہ ہو، اسے اپنی مرضی کا ادب تخلیق کرنے کی آزادی نہ ہو، اسے اپنے تصورات و عقائد پر آزادانہ عمل درآمد کرنے کی آزادی نہ ہو اور نہ اس کی تہذیبی و مذہبی اقدار کا تحفظ ہو، اسے حقیقی آزادی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں شاعر کے لب و لہجے میں تلخی کا احساس ہوتا ہے، ان کے خیال میں ایسی آزادی، آزادی سے زیادہ آزادی کی توہین ہے، کیونکہ ایسی آزادی، لفظ" آزادی کے مفاہیم کا احاطہ کرنے کے بجائے غلامی کے قریب تر ہے۔

Studybeesofficial

CamScanner

**شعر نمبر ۳:۔ مجھے ہر نامناسب بات پر تنقید کا حق ہے**

**میری تقریر سے تعبیر ہے تعمیر آزادی**

**تشریح:۔** احسان دانش کا یہ شعر آزادی کی اہمیت اور اظہار رائے کی آزادی کی بنیادی حیثیت کو بیان کرتا ہے۔ شاعر اس بات پر زور دیتا ہے کہ کسی بھی معاشرے کی حقیقی آزادی بھی مکمل ہوتی ہے جب وہاں ہر شخص کو مناسب اور نامناسب بات پر تنقید کرنے کا حق حاصل ہو۔ شاعر کے خیال میں آزادی کا مطلب یہ ہیں کہ حکومتی ادارے اپنی من مانی کرتے پھر یں۔ آزادی کا مفہوم آزادی رائے کا اظہار ہے۔ عوام الناس کو اس بات کا حق ہے کہ انتظامیہ کے غلط کاموں کی نشان دہی کریں اور ان کا احتساب کریں۔ انتظامی افسر قوم کی طرف سے ادا کیے گئے ٹیکسوں سے تنخواہیں پاتے ہیں: وہ قوم کے افسر نہیں، بلا مسیح معنوں میں خادم ہیں، اس لیے وہ سامراجی روسیا بنانے کے بجائے خلافت راشدہ کے طرز عمل کو اختیار کریں، جب ایک معمولی آدمی بھی امیر المومنین سے استفار کر سکتا تھا اور امیر پر لازم تھا کہ وہ اس کے سوال کا تسلی بخش جواب دے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ میری تقریروں سے آزادی کے مفاہیم واضح ہوتے ہیں، اس لیے میں ہر نامناسب بات پر تنقید کا حق رکھتا۔

**شعر نمبر ۴:۔ مجاہد کوہ دریا کی حدود میں رہ نہیں سکتے**

**ہماری جنگ ہو گی جنگ عالم گیر آزادی**

**تشریح:۔** احسان دانش کا یہ شعر آزادی کی جدوجہد کی وسعت اور اس کے عظیم مقصد کو بیان کرتا ہے۔ شاعر یہاں ایک مجاہد کے عزم و حوصلہ کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک مجاہد کے لیے کوہ در و دریا کی سرحدیں کوئی رکاٹ نہیں بن سکتیں بلکہ آزادی ایک ایسا جہاد ہے جو عالم گیر ہے۔ ہم سب ساری دنیا کی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ مجاہد کسی خاص قوم کی آزادی کے لیے جدوجہد نہیں کرتا، بلکہ اسے تو ہی نوع انساں کی آزادی و حریت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجاہد صرف مجاہد ہوتا ہے، اسے کسی خاص قوم یا علاقے سے سروکار نہیں ہوتا۔ برعظیم کے مسلمانوں کی آزادی دراصل دنیا کی ہر غلام قوم کو آزادی کی ترغیب و تحریک دیتی ہوئی محسوس ہوتی تھی، اس لیے شاعر کا کہنا ہے کہ ہماری تحریک آزادی محض ہمارے خطے یا قوم کے لیے نہیں، بلکہ یہ سیاسی و جغرافیائی سرحدوں سے بے نیاز دنیا بھر کی تحاریک آزادی کی علم بردار ہے، چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم عالم گیر آزادی کی تحریک کے رکن ہیں۔

**شعر نمبر ۵:۔ غلامی کے دھوئیں اڑنے لگے بہروپیے کانپے**

**فضائوں میں جو گونجا نالہ شب گیر آزادی**

**تشریح:۔** شاعر نے اس شعر کے ذریعے غلامی کی تاریکی کو مٹانے اور آزادی کی روشنی کو پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ کہ آزادی کی جدوجہد شروع ہوتے ہی غلامی کے نشان مٹنے لگتے ہیں۔ غلامی کے دھوئیں کا اڑنا، استعارہ ہے جو اس کی علامت ہے کہ ظلم و ستم کی فضا ہو رہی ہے اور بہروپیے استعارہ ہے ظالم حکمران کا، جو اس جدوجہد کے سامنے کانپنے لگتے ہیں۔ آزادی کی جدوجہد ایک طاقت ور آواز ہے جو ہر ظلم و ستم کو چیلنج کرتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں امید کی کرن جگاتی ہے۔ ظلم اور غلامی کی رات کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو، آزادی کا نعرہ اس کو ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ظلم اور غلامی کے خلاف جدوجہد کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے: "اور ہم نے چاہا کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے، ہم ان پر احسان کریں اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھیں وارث بنائیں۔ (سورۃ القصص: 5) اس شعر میں غلامی اور

Studybeesofficial

CamScanner

آزادی کے مابین تصادم کو خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔ غلامی کے دھوئیں کا اڑنا اور بہروپیوں کا کانپنا اس بات کی علامت ہے کہ آزادی کی جدوجہد نے ان کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یہ جدوجہد صرف سیاسی نہیں بلکہ سماجی اور اخلاقی تبدیلی کا بھی پیش خیمہ ہے۔

**شعر نمبر ۶:۔ جو کہنا تھا اسے سب کہہ گیا قران کے پردے میں**

**زمانہ حشر تک کرتا رہے تفسیر آزادی**

**تشریح:۔** نظم "آزادی" کا یہ شعر قرآن کی اہمیت اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں آزادی کی تشریح پر روشنی ڈالتا ہے۔ شاعر نے قرآن کے پیغام کو آزادی کے نظریے سے جوڑتے ہوئے، اس کی گہرائی اور وسعت کو بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں انسانیت کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور اس میں آزادی کے متعلق بھی اہم ہدایات ملتی ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر انسان کی آزادی اور اس کے حقوق کے بارے میں تفصیلی ہدایات موجود ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آیت 256 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "دین میں کوئی جبر نہیں"۔ یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور اس کی مرضی کے بغیر اسے کسی بات پر مجبور نہیں کیا جا سکتا شاعر کا کہنا ہے کہ انسانی حقوق کے سب سے بڑے علم بردار یعنی اللہ کے نبی نے انسانی حریت و آزادی کے لیے بنیادی فلسفہ دے دیا، جس کا عملی مظاہرہ عہد نبوی لاالہ الم میں بھی ہوا اور خلفائے راشدین کے دور میں بھی بارہا اس کا اعادہ ہوا۔ قرآن تو انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر انسانی ہدایت کی روشنی عطا کرتا ہے، اس میں انسان کے بنیادی حقوق پر جو بات ہوئی، حجتہ الوداع کے موقع پر آنحضور نے اسے بڑی وضاحت سے بیان کر دیا۔ اب اگر کسی کو انسانی آزادی کے بارے میں کچھ غلط فہمی ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ کی کتاب کھول کے پڑھے۔ یہاں دیا گیا چارٹر ایسا ہے کہ قیامت تک انسان اس کی تفسیر کرتے رہیں گے اور یوں انسانی آزادی کے تحفظ کو یقینی بنائیں گے۔

**شعر نمبر ۷:۔ لہو برسا بہے انسو لٹے رہرو کٹے رشتے**

**ابھی تک نامکمل ہے مگر تعمیر ازادہے**

**تشریح:۔** یہ شعر آزادی کی جدوجہد کی سختیوں اور مشکلات کو بیان کرتا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اتنی قربانیوں کے باوجود ابھی تک آزادی کی تعمیر نامکمل ہے۔ آزادی کی جدوجہد ایک مسلسل عمل ہے اور اس میں ابھی مزید قربانیوں کی ضرورت ہے۔ شاعر نے یہاں ایک اہم پیغام دیا ہے کہ آزادی کا سفر طویل اور مشکل ہوتا ہے اور اس کے حصول کے لیے مستقل محنت اور قربانیاں درکار ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں آزادی اور انصاف کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے: "اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے گواہی دو اگرچہ اپنے آپ، اپنے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو"۔ (سورۃ نساء: 135)

شاعر کہتا ہے کہ تقسیم ہندوستان کوئی معمولی واقع نہیں کئی صدیوں کی غلامی کے بعد آزادی نصیب ہونے والی تھی کہ ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں سے ہزار سالہ حکومت کا بدلہ لینے کی ٹھان لی اور یوں انھوں نے بھارتی علاقوں میں آباد مسلمانوں کی بستیوں میں قتل عام شروع کر دیا۔ جب وہ مسلمان پاکستان کو اجرت کرنے لگے تو وہ ان کے قافلوں کو لوٹنے لگے اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ کئی لاکھ نہتے مسلمان ارض پاک پر قدم رکھنے سے پہلے ہی قتل کر دیے گئے۔ بچے نیزوں پر لٹک گئے اور ہزاروں مسلمان خواتین کو اغوا کر لیا گیا۔ ایک المیہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ ادھر رہ گئے، جس سے ایک ہی خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن شاعر کے خیال میں آزادی کی برکات کے حصول پر ابھی مزید جدوجہد کی ضرورت ہے گویا قیام ملک سے یہ بلا کی کرنے نزلی ہاں میں نیک نا ہے۔

Studybeesofficial

CS CamScanner

**شعر نمبر ۸:۔ تعجب ہے غلامی کی شبستانوں کی زینت ہے**

**کھینچی ہے جو ہمارے خون سے تصویر ازادی**

**تشریح:۔** احسان دانش کی نظم "آزادی" کا یہ شعر غلامی کی حالت اور آزادی کی جدوجہد کو واضح کرتا ہے۔ کہ غلامی کی تاریک راتوں میں بھی کچھ لوگوں کو یہ حالت دل کش لگتی ہے۔ یہاں "شبستانوں" سے مراد غلامی کی وہ حالت ہے جس میں لوگوں کو اپنی حالت کا شعور نہیں ہوتا اور وہ اس کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ غلامی کی زندگی کے عادی ہو جاتے ہیں اور اسی سے محبت کرتے ہیں۔ شاعر نے قربانیوں اور جدوجہد کی شدت کو بیان کیا ہے۔ آزادی کوئی آسانی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے بے شمار قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور خون بہانا پڑتا ہے۔ یہ تصویر جو خون سے کھینچی گئی ہے، آزادی کی قیمت کو ظاہر کرتی ہے۔

احسان دانش کے اس شعر میں غلامی اور آزادی کے درمیان ایک واضح تضاد پیش کیا گیا ہے۔ شاعر نے اس شعر میں پیغام دیا ہے کہ جو لوگ غلامی کی زینت کو پسند کرتے ہیں، وہ دراصل ان قربانیوں کو بھول گئے ہیں جو آزادی کے لیے دی گئی تھیں۔ یہ شعر ہمیں یاد دلاتا ہے کہ آزادی کا راستہ مشکلات سے بھرا ہوا ہے اور اس کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ "شبستانوں" کا استعارہ غلامی کی حالت کی تاریکی کو بیان کرتا ہے جب کہ "خون سے تصویر آزادی" ایک طاقت ور استعارہ ہے آزادی کی جدوجہد کی قربانیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

**شعر نمبر ۹:۔ غلام ابن غلام اپنی وراثت کیوں سمجھتے ہیں**

**ہوئی ہے جب ہمارے تعمیر آزادی**

**تشریح:۔** ہمیشہ غلام رہنے والے لوگ اس آزادی کو اپنی وراثت اور مقدر کیوں سمجھتے ہیں جس کے لیے ہم نے قربانیاں دی ہیں۔ یہاں غلام ابن غلام اشارہ ہے ایسے لوگوں کی طرف جو نسل در نسل غلام رہتے ہیں اور اس حالت سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔

آزادی کی جدوجہد ہمارے آباواجداد نے کی تھی اور اس کی تعمیر ان کی قربانیوں کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ گویا آزادی کی عمارت دراصل ان لوگوں کی قربانیوں کا ثمر ہے لیکن جب آزادی کی عمارت تعمیر ہو جاتی ہے تو غلام ابن غلام آگے بڑھ کر اسے اپنی ملکیت قرار دیتے ہیں۔

سامراجی قوتوں نے اپنے اقدار کو طویل دینے کی غرض سے مقامی باشندوں میں سے ایک مفاد پرست طبقے کو بے دریغ مراعات سے نواز کر اپنا ہمنوا بنالیا تھا۔ یہ مراعات یافتہ طبقے کہنے کو عوامی مفاد کے لیے حکمرانوں سے مراسم رکھتے تھے لیکن حقیقتاً وہ محض معاشرے میں اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے لیے غیر ملکیوں کے حاشیہ برادر بنتے تھے۔ وہ عوام میں اپنے آپ کو حکمرانوں کا پسندیدہ فرد ظاہر کرتے لیکن ایوانوں میں ان کی خدمت گزاری کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے۔ ایک لوگوں طویل جدوجہد کے بعد جب مسلمانان برعظیم کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی تو سامراجی طاقتوں کے یہی خدمت گزار مملکت خداداد کے ایوانوں میں جا پہنچے۔ شاعر نے ابھی ذہنی غلاموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ تم ازلی غلام ہو اور تمھاری ذہنیت ہمیشہ دوسروں کی خدمت گزاری رہی ہے۔ یہ آزادی ہم نے جان و مال کی ان گنت قربانیوں کے عوض حاصل کی۔

Studybeesofficial

CS CamScanner

**شعر نمبر ۱۰:۔ رہے گا دین فطرت پھیل کر اقصائے عالم میں**

**نہیں ہے یہ خط تقدیر آزادی**

**تشریح:۔** شاعر نے اس کی آفاقی حقیقت اور اس کے عالم گیر پیغام ہونے کو بیان کیا ہے۔ دین فطرت ہر دور اور ہر مقام کے انسانوں کے لیے راہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی سب سے زیادہ بڑھنے والا مذہب اسلام ہے۔

آزادی کی حالت کو مستقل ماننے کے بجائے اس پر کام کرنے اور اسے برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہاں شاعر نے تقدیر کی حقیقت کو قبول کرنے کے بجائے اپنی کوششوں اور محنت پر زور دیا ہے۔

دنیا میں جتنے مذاہب آئے، وہ کسی خاص دور کسی خاص قوم یا کسی خاص علاقے سے متعلق تھے اور ان مذاہب کے منہ کے بانیان نے اسی مخصوص طبقے کو مخاطب کیا، چنانچہ دیکھا جاسکتا کہ اگر ہندو مذہب علاقائی ہے تو یہودیت نسلی۔ لیکن دنیا میں ایک مذہب ایسا ہے، جو کسی مخصوص گروہ کسی مخصوص قوم، کسی مخصوص علاقے یا کسی خاص دور کے بجائے تمام نوع انسانی، تمام جغرافیائی خطوں اور قیامت تک کے تمام ادوار کے لیے پیغام لے کر آیا، اور وہ ہے دین فطرت، یعنی دین اسلام۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی حصے میں ہو، وہ اپنے مذہب کا پیرو کار تو ہے ہی، وہ ایک عالم گیر برادری کا فرو بھی ہے۔ اسے دنیا بھر کے مسلمان اپنے بھائی محسوس ہوتے ہیں اور وہ دنیا کے کسی کونے میں بھی خود کو تنہا نہیں پاتا۔ شاعر کہتا ہے کہ جہاں دین اسلام عرب و عجم، ایشیا و افریقہ، یا شرق و غرب تک ہی محدود نہیں رہے گا۔

**شعر نمبر ۱۱۔ تڑپ کر بزم میں دانش چلے آئے ہیں پروانے**

**اندھیروں سے مگر پھوٹی نہیں تنویر آزادی**

**تشریح:۔** شاعر نے اس شعر میں آزادی کی جدوجہد کی مشکلات اور اس کے لیے دی جانے والی قربانیوں کو خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔ شاعر نے ان لوگوں کی تڑپ او جدوجہد کو پروانوں کی مثال سے جوڑا ہے جو اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں لیکن اندھیروں سے روشنی نہیں نکلتی۔ یہ شعر اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ آزادی کا سفر طویل اور مشکل ہوتا ہے اواس میں بہت ساری قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ بعض اوقات قربانیوں کے باوجود آزادی کی سحر طلوع نہیں ہوتی لیکن ہمیں ثابت قدمی کے ساتھ آزادی کے لیے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔

جب آزادی کی کوئی تحریک نمودار ہوتی ہے تو اپنے ابتدائی مرحلے میں بہت معمولی یا حقیری کوشش دکھائی دیتی ہے اور سامراج اسے بے ضرر سمجھتے ہوئے نظر انداز کر دیتا ہے، لیکن جب اس میں کچھ جوش و خروش پیدا ہوتا ہے تو سامراج کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ اسے خطرناک سمجھتے ہوئے ظلم و ستم پر اتر آتا ہے۔ یہی وہ غلطی طی ہے، جو ہر سامراج کرتا ہے اور جس کے نتیجے میں پوری قوم اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ احسان دانش کہتے ہیں کہ اب ایسی فضا بن چکی ہے کہ ہر طرف جدوجہد اور قربانیوں کے لیے لوگ تیار ہو گئے ہیں، چنانچہ اب کسی قانون یا سخت سے سخت ضابطے سے غلامی کی زنجیروں کو ٹوٹنے سے نہیں بچایا جا سکتا، کیونکہ موجودہ حالات میں قوم کے ہر فرد کی رگوں میں آزادی کی حرارت سے کھولتا ہوا خون دوڑ رہا ہے۔ جس کے آگے کوئی بند نہیں بندھ سکتا۔

..............................

Studybeesofficial

CamScanner